OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi

الثقافة الإسلامية

SZIC

ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

مسلمانوں کے اتحاد کے لیے دینی اداروں کا کردار سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

The role of Religious Institutions for Unity of Muslim Ummah in the light of Sirat-un-Nabi

Dr Aurangzeb
Senior Assistant Professor, Dept: Islamic Studies, Bahria University, Karachi, Campus
E-mail: aurangzeb.buck@bahrai.edu.pk

Dr Abdul Qadir
Assistant Professor, Dept: Islamic Studies, Bahria University, Karachi, Campus.
E-mail: abdulqadir.buck@bahrai.edu.pk

Abstract:
Almighty Allah created all humanity from Adam (peace be upon him) and have honored all human beings. Allah made one Muslim brother of another Muslim and an Islamic system has responsibility to provide peace, justice and financial security to not only the Muslims but all humanity without religious discrimination. In the golden age of Islam, people of different religions were living happily in peace and religious freedom under the Islamic system in many parts of the world. But since Muslims have become embroiled in sectarianism, humanity has been deprived of a peaceful system due to differences and wars, so the most important question now is how to unite Muslims? There are two basic principles for establishing an environment of harmony among Muslims, one is that Muslims

should respect each other, and the other is that they should express their differences with good manners. If the people are taught basic etiquette, good manners, harmony and unity through Masjids, Monasteries and Imambargahs, the results at national level will soon be felt. while the choice of religious leaders must be according to the merit. It is also must to appreciate efforts of those religious leaders who work for unity of Muslim Ummah. If the government formulates a systematic policy for Masjids, Madrassas, Monasteries and Imambargahs, it is possible to unite all sects and schools of thought on their similarities and promote the culture of disagreement with respect in the their differences.
Keywords: Mosque, Monasteries, Madrassas, Imambargahs, Unity, Sectarianism

تمام تعریفیں اس ذاتِ اعلیٰ کو سزاوار ہیں کہ جس نے اپنی نیابت کے لیے انسان کو تخلیق فرمایا اور پھر اس سے اسی کا جوڑا پیدا کیا پھر اس انسانی جوڑے سے بنی نوعِ انسان کو پھیلایا جس کے متعدد شعوب و قبائل باہم شناخت کے لیے بنے لیکن عزت و شرف کے لیے تقویٰ کو معیار قرار دیا گیا۔ اور رحمتِ خاصہ نازل ہو خاتم الانبیاء و مرسلین، سید الکونین رسول اللہ ﷺ پر کہ جنھوں نے اللہ کے حکم سے قریشی اور عرب قبائل کو ایک اسلام کے رشتے میں متحد فرمایا جس کے اثرات پھر چار دانگِ عالم میں اس طرح ظاہر ہوئے کہ اسلام کے جھنڈے تلے مختلف اقوام باوجود مختلف رنگ و نسل کے باہم متفق و متحد رہے اور غیر مسلم عوام کی بھی ایک بڑی تعداد اسلامی حکومتوں کے زیرِ اثر خوشحالی سے رہی۔ اس اتحاد کی وجہ بظاہر اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے سارے اولادِ آدم کو بحیثیت انسان کے عزت بخشی(۱)، اور مسلمانوں کو انسانی تعلق سے ایک درجہ مزید اخوت و بھائی چارگی کے بندھن میں باندھا(۲)۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو مل کر اسلامی نظامِ زندگی کے تحت تمام انسانیت کو انصاف، عدل، ضروریات زندگی کے اسباب، مذہبی، جانی اور مالی تحفظ فراہم کرنا تھیں(۳)۔ اور یہ تب ہی ہو گا کہ جب مسلمان اجتماعی طور پر ایک امت کا عملی وجود بنیں(۴)۔ امت کے اتحاد و اتفاق کے لیے بہت سے میدان ہیں لیکن ان میں اہم تر اسلامی مراکز جیسے مساجد، مدارس، خانقاہ اور امام بارگاہ ہیں۔ کہ جن سے عوام براہِ راست فیض پاتے ہیں۔

دینی علوم کا سرچشمہ وحی ہے خواہ اللہ تعالیٰ کے کلمات ہوں یا کلامِ الٰہی بدہنِ مصطفیٰ ﷺ ہو۔ نبوی عہد کے ابتداء میں کوئی دینی مرکز نہیں تھا لہٰذا مختلف گھاٹیوں میں مسلمان مشرکینِ مکہ سے چھپ کر نماز و دیگر ضروریاتِ دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے، یہاں تک کہ مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کے نماز و تعلیم کے ایسے خفیہ اجتماعات پر اعترض کیا اور فتنہ انگیزی کی(۵)، جس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ارقمؓ کے گھر کو مسلمانوں کے دینی معمولات کی ادائیگی اور اجتماعی امور کے حل کے لیے منتخب فرمایا(۶)، یوں عوامی سطح پر

پہلا دینی مرکز معرض وجود میں آیا۔ بعد از ہجرت رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کو دینی مرکز بنایا جو تعلیم و تعلّم، درس و تدریس، اصلاح الناس، قضاء، سیاسی و عسکری جملہ امور کے لیے فعال تھا۔ بعد از آں مسجد سے متصل ہی ایک چبوترہ بنایا گیا جہاں ان طلبائے اسلام کا قیام ہوتا تھا جو مستقل طور پر وحی کے علوم سے فیض یاب ہونے کے لیے آتے تھے اور اب ان حضرات کو اصحابِ صفہ کے اسم سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایسے دینی مراکز کا قیام وقت کے تقاضوں کے مطابق مختلف علوم و فنون کے ساتھ عمل میں لایا گیا جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ فلسفہ، منطق اور دیگر سائنسی علوم بھی پڑھائے گئے جنہیں فنون سے تعبیر کیا گیا اور اسلامی سنہرے ادوار میں مدارس نے علوم و فنون دونوں ہی میدانوں میں انقلاب برپا کئے اور عالمِ اسلام پوری آب و تاب کے ساتھ چار دانگِ عالم پھیلا اور اسلامی ریاست کے دامن میں ہر نوعِ انسانی نے عدل و انصاف، سماجی فوائد، امن و آشتی مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ سکون کی زندگی بسر کی اور نت نئے سائنسی ایجادات و دریافت سے استفادہ کیا اور باوجود غیر مسلم ہونے کے کئی لوگوں نے اسلامی امارت کے تحت رہنا اپنی خوشی سے قبول کیا۔ لیکن جب فروعی تحقیقی مسائل کہ جن کے حوالے سے اسلامی تعلیمات میں ذاتی تحقیق اور شخصی رائے کے لیے گنجائش رکھی گئی تھی، ایسے مسائل کو اصولی تعلیمات پر ترجیح دی گئی اور شخصی رائے کی پسند وناپسند کی بنیاد پر جماعتیں بننے لگیں اور مخالفین کے زیر کرنے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلامی رواداری، اخلاقیات اور اخوت کے رشتے کو بالائے طاق رکھا گیا۔ اپنے مسلک کے دفاع اور دیگر مسالک پر علمی اور عملی وار کے لیے لوگوں کی ذہن سازی کی گئی جس کا لازم نتیجہ نکلا کہ عوام نے اسی کام کو اسلام کا مقصود اور دینی و علمی خدمت سمجھا، پھر مسالک کے نام پر مدارس کا قیام ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مساجد بھی مسالک کی نظر ہونے لگیں جہاں سے منبر کی سطح پر اپنے مسلک کی حقانیت اور دیگر مسالک کے بطلان کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے نے لامحالہ اپنے پیشواؤں کے اعتقاد کے سبب، ان جماعتوں میں شمولیت اختیار کر لی اور ایک طبقہ ان متشدد ابحاث و مناظروں سے تنگ آکر خود اسلامی تعلیمات سے یکسر دور ہو گیا اور نتیجتاً مسلمانوں کو ہر میدان میں زوال کا سامنا کرنا پڑا۔ جیسا کہ ٹی، ڈبلیو، آرنلڈ اپنی کتاب میں مسلمانوں کے زوال پذیری کے اسباب میں فرقہ واریت کو اہم قرار دیتے ہوئے اِسے عیسائیت کے زوال پزیری سے یوں تشبیہ دیتے ہیں کہ عیسائی ایک فرقہ دوسرے فرقے کا مخالف تھا اور مسیحی پادری ایک دوسرے سے عقائد کے نہایت ہی باریک اور غیر ضروری مسائل پر لڑتے رہتے اور ایک فرقہ دوسرے کو ہرانے پر خوش ہوتا اور بہت سے لوگ ان غیر ضروری مناظروں اور لڑائیوں سے سے بیزار ہو کر اپنے عقیدے سے روگردانی کر رہے تھے۔(۷)

آج امت مسلمہ کے زوال کی وجوہات میں سب سے ایک بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مذہبی دقیق مسائل جس کے بارے میں شخصی مختلف رائے اپنی اپنی تحقیقات پر مبنی ہیں اور ان آراء سے اتفاق و اختلاف کرنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے، ایسے اختلافی

مسائل کو لے کر نہ صرف جماعت سازی بلکہ اخلاقیات و آداب سے بالکل خالی سخت مناظرے کرنا اور فریقِ مخالف کو ہرانے اور انہیں زیر کرنے پر خوشی کا اظہار کرنے کے متعدد واقعات سماجی روابط کے ذرائع پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہمارا ملک پاکستان بھی ماضی قریب میں سخت ترین مسلکی اختلافات کے سبب ہونے والے فسادات کے پیشِ نظر ہر سطح پر مشکلات میں رہا۔ اور پھر اس کے حل کے لیے ملکی اور عوامی سطح پر بارہا کوششیں کی گئیں کہ بین المسالک ہم آہنگی کس طور پر فروغ پائے۔؟

دراسہ سابقہ:

پاکستان میں امت کے اتحادِ اور مسلکوں کے درمیان ہم آہنگی کے لیے باقاعدہ ادارہ، وزارتِ مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی قائم ہے جس کے تحت علماء و مشائخ کے مختلف نوعیت کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں جن میں مختلف مسالک کے علمائے کرام اتحادِ امت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر اپنی اپنی سفارشات پیش کرتے ہیں اور اسی وزارت کے زیرِ اہتمام مختلف کانفرنسز منعقد کی جاتی ہیں تاکہ پورے ملک سے اس مسئلہ کے ممکنہ حل کے لیے آراء حاصل کی جائیں۔ جبکہ عوامی سطح پر بھی مختلف دینی اسکالرز نے اس میدان میں قابلِ ستائش تصنیفی خدمات انجام دی ہیں۔

ہر کونسل، کانفرنس اور ماہرین کی کتب میں متعدد علمی اور عملی حل کی جہتوں کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے نیز سفارشات بھی دی جاتی ہیں۔ لیکن ان کتب کے مطالعہ اور بذاتِ خود مشاہدے کی روشنی میں مقالہ نگار کی رائے میں اتحادِ امت دراصل ایک منزل ہے جسے ہم تمام مسلمانوں کو باہم ایک طویل مدت تک مختلف میدانوں میں کوشش کر کے اور حالات کے مطابق منصوبہ سازی کر کے ہی حاصل کرنا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے ہمیں ان تعلیمات کو اُجاگر کرنا ہے کہ جس کی رسول اللہ ﷺ نے ابتدائے اسلام میں باہم مسلمانوں کے تعلق و اسلامی رشتے کے حوالے سے ترغیب دی اور جس کے نتیجے میں نہ صرف قریشی قبائل بلکہ تمام عرب قبائل اور عجمی اقوام ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوئے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں اسلامی نظریہ اتحاد کے بارے میں متفقہ رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے، جسے تمام مسالک کے مسجد و منبر، مدارس، خانقاہ اور امام بارگاہ سے عوام الناس تک پہنچائیں۔

اسلام کا نظریہ اتحادِ مسلمین

تمام امت اس امر پر متفق ہے کہ قرآن مجید منزل من السماء اور آخری الہامی کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر تمام مسلمان متفق ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت پر مبنی تعلیمات کی طرف عوام الناس کو مجتمع کیا جائے اس طرح کہ اصولی طور پر مندرجہ ذیل نکات ہر فردِ مسلم کے پیشِ نظر ہوں۔

- **بھائی چارگی اور باہمی عزت و تکریم:** قرآن کریم میں صریح طور پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ(۸)

ترجمہ، مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

اس آیت میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سارے مسلمان آپس میں برادرانہ رشتے میں بندھے ہیں اور اس بھائی چارگی کو اپنی ذات تک محدود کرنے پر اکتفاء کرنے کے بجائے اِسے فروغ دینے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ اسلام میں ہر انسان کے لیے مستقل تعظیم کا حکم ہے لیکن انسانی تعظیم سے ایک گنا بڑھ کر مسلمان کی عزت و حرمت کا خیال رکھنے کا خاص حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا۔

فإن الله حرم عليكم دماءكم وأموالكم وأعراضكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا (۹)

بلاشبہ اللہ نے تم پر (یعنی مسلمانوں پر آپس میں ایک دوسرے کا) خون، مال اور عزت کی حرمت لازم کی ہے جیسے (آج عرفہ کے) اس دن کو اللہ نے تمہارے اس (ذی الحجہ کے) مہینے میں اور تمہارے اس (مکہ) شہر میں حرمت والا بنایا ہے۔

اس حدیث میں شہر مکہ و حرم کے محترم ہونے کی طرح مسلمان کے جان و مال اور عزت کو عزت والا ٹھہرایا گیا ہے، چناں چہ اس شرف کا تقاضہ ہے کہ ان کی تعظیم کے منافی افعال حرام و ناجائز ہوں۔

- **دل میں نفرت، بغض اور حسد کا نہ رکھنا اور ا تعلقات کا منقطع نہ کرنا:** رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو باہم دلی عداوت، حسد، نفرت، کینہ اور بغض رکھنے سے منع فرمایا اور ذاتی اختلاف کی وجہ سے ہو جانے والی باہمی رنجشوں کو بھی تین دن کے اندر اندر دور کرنے کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ روایت میں ہے۔

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله اخوانا ولا يحل لمسلم ان يهاجر أخاه فوق ثلاث ليال(۱۰)

تم آپس میں بغض نہ رکھو اور نہ ہی حسد کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے منہ موڑو اور (تم آپس میں) اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بنو۔ اور کسی مسلمان کے لیے یہ بات حلال نہیں کہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تعلقات منقطع کئے رہے۔

اس روایت میں باہمی تعلقات پر منفی اثرات ڈالنے والے بنیادی عناصر کی بیخ کنی کی گئی ہے کہ اختلافِ رائے کسی بھی قدر شدید ہی کیوں نہ ہوں لیکن مدِ مقابل مسلمان بھائی سے بغض رکھنا جائز نہیں ہے یعنی دل میں ایک لگن اور خواہش رہے کہ کوئی موقع ملے تو اپنے مسلمان بھائی سے بدلہ لے یا نیچا دکھائے یا انتظار میں ہو کہ کوئی نقصان ہو تو یہ خوش ہو۔ ایسے منفی جذبات رکھنے سے روکا گیا ہے اور اس حدیث میں قطع تعلق کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے یعنی باہمی اختلاف کسی وقت، خدانخواستہ جذبات سے مغلوب ہو کر، زبان درازی یا دست درازی تک بھی اگر پہنچ جائے تب بھی یہ اختلاف اسلامی اخوت کے مضبوط رشتے کو متزلزل نہ کرے۔ لا الہ الا اللہ، کا رشتہ خونی رشتوں پر بھی مقدم ہے جس کا نمونہ بدر میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کے جان نثاروں نے عملی طور پر پیش کیا۔

عقلی اعتبار سے بھی دیکھا جائے کہ جب عام مسلمانوں کو آپس میں بدزبانی کرنے اور دست و گریباں ہونے سے منع کیا ہے، جیسا کہ روایت میں وارد ہے۔

سباب المسلم فسوق وقتاله كفر(۱۱)

مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور مسلمان سے قتال کرنا کُفر ہے۔

تو عالم بوجہ حاملِ علم ہونے کے عوام الناس سے بلند درجے پر فائز ہوتے ہیں، ان کی تعظیم بطریق اولیٰ عامۃ الناس پر لازم ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ہر مسلمان کے جان، مال اور عزت کی بے توقیری کو حرام قرار دیا ہے۔(۱۲)

مذکورہ بالا دو نکات مسلمانوں کے باہمی اسلامی رشتے کی مضبوطی کو ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا ان بنیادی نکات اور ان سے متعلقہ اسلامی تعلیمات پر مبنی نصاب ہر مسلمان بچے کو ویسے ہی سکھانا چاہیے جیسا کہ کلمہ اور نماز سکھایا جاتا ہے۔ جبکہ اختلاف ایک فطری عارض ہے جو اصولیات و فروعیات سمیت زندگی کے ہر شعبہ میں ہو سکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے لیکن یہ اختلاف معاشرتی اعتبار سے حدِّ اعتدال میں رہتے ہوئے نہایت ہی اچھے طریق پر اختلافی آراء کا بیان اور علمی دلائل کی روشنی میں رد کرنا بالکل درست ہے اور اس اختلاف سے امت کے لیے نئی جہتیں اور راہیں عیاں ہوتی ہیں نیز اعمال کے اختیار کرنے میں گنجائش اور رخصت میسر آتی ہے اس لیے ایسے اختلاف کو رحمت بتایا گیا ہے۔ لیکن قرآن و سنت کے دلائل دیتے ہوئے کسی کی تذلیل، تحقیر اور انہیں نیچا دکھا کر اپنی فتح کا اعلان کرنا بالکل غلط اور نامناسب ہے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم جن سے ہمارے دین کا اصولی اختلاف ہے ان سے بھی اختلافی امور پر علمی مخاصمے کی صورت میں حکم ہے کہ

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ(۱۳)

اور ان سے اچھی طرح (علمی) مخاصمت کیجئے۔

اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے سیرتِ طیبہ کا یہ پہلو بھی نمایاں ہے کہ مدینہ میں ایسے نام نہاد مسلمان کہ جن کے نفاق کے بارے میں واضح طور پر آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا تھا۔ پھر ان کی شر انگیزی بھی عیاں تھی کہ اسلام کے خلاف ہر ممکن کوشش کرتا تھا، جیسے یہود کے ساتھ اسلام کی بیخ کنی کے لیے کوششیں، مومنین کی ماں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے اہم مواقع پر ان کی طرف سے اسلام کو نقصان پہنچانے کی صریح کوششیں وغیرہ جیسے بیسیوں واقعات سیرت میں مذکور ہیں۔ جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے متعدد مواقع پر تلوار نکالنے کے لیے آپ ﷺ سے اجازت مانگی لیکن رسول اللہ ﷺ نے کبھی انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دی جیسا کہ عبد اللہ بن اُبی بن سلول (رئیس المنافقین) جس کے مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے مابین عصبیت کی آگ لگانے کی کوشش کے بارے میں سورۃ المنافقون میں ذکر آیا اس کے بارے میں جب حضرت عمرؓ نے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

دعه لا يتحدث الناس أن محمدا يقتل أصحابه(۱۴)

چھوڑ دو اسے، ورنہ لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے ساتھی کو قتل کر دیا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ کہ کوئی شخص ہمارے درمیان منافقت کا بیج بونے کی کوشش کرے اور ہم قدرت بھی رکھتے ہوں کہ اسے قتل کریں لیکن اندیشہ ہو کہ اغیار تک یہ پیغام جائے کہ ایمان والے باہم جھگڑتے ہیں، تو ایسی صورت حال میں بھی اتحاد بین المسلمین کی فضاء کو برقرار رکھنے کے لیے تحمل سے کام لیا جائے۔ دوسری علت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسلام کے نظام کو دیگر اقوام و مذاہب تک پھیلانا ہے تاکہ اس رحمت کے سائے تلے تمام انسانیت کو تحفظ، عدل و انصاف فراہم کیا جا سکے، لہذا جو لوگ خود کو مسلم کہلاتے ہیں اگرچہ دل سے وہ پکے مسلمان نہ ہوں، وہ بلاوجہ اختلاف کرنے کی کوشش کر رہے ہوں، تب بھی انہیں قتل نہ کیا جائے تاکہ دیگر لوگوں تک اسلام کا غلط تعارف نہ جائے۔

مساجد و مدارس، خانقاہ اور امام بارگاہ:

امت مسلمہ کا اتحاد دراصل عوامی سطح پر شعور و آگہی پر موقوف ہے، جب تک ایک نظریے پر افراد کی توجہ مرکوز نہیں ہو جاتی تب تک اتحادِ امت کا قیام محال ہو گا۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے مساجد اور امام بارگاہوں کا درجہ آتا ہے، کیونکہ مسلمان عوام الناس کی بہت بڑی تعداد جمعہ اور عیدین کے اجتماعات میں شریک ہوتی ہے جہاں خطباء، ائمہ اور ذاکرین کرام بیانات کرتے

ہیں۔ اگر ائمہ کرام اور خطبائے عظام مسالک و مکاتب کے مخصوص شناخت یا نظریہ کے بجائے، سب سے پہلے اسلامی مفادات کو پیشِ نظر رکھ کر اتحاد بین المسلمین کے تصور کو عام فہم انداز میں مسلمانوں کو سمجھائیں بایں طور کہ معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر مبنی موضوعات بیان کریں تو عوام بھی اسلامی اجتماعی امور کو مسالک و مکاتب کے معاملات و نظریات پر مقدم رکھیں گے، اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ اختلافات جو دو محققین کے مابین آداب و اخلاق کے ساتھ کسی علمی درسگاہ کے اندر ہونے چاہئیں، خدانخواستہ عوام ان ابحاث پر الجھنے لگے تو منافرت، بدزبانی اور نہ جانے کتنے مفاسد ہو سکتے ہیں، الامان والحفیظ۔ یہ مساجد، مدارس، خانقاہیں اور امام بارگاہ ہی دراصل افراد کی ذہن سازی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ افراد اگر اسلامی مفادات کو مقدم رکھیں گے تو ملت اسلامیہ روشن درخشندہ ستارے کی مانند اُبھرے گی جیسا کہ علامہ اقبال نے لکھا

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

امت کا بہت بڑا حصہ دین سے ناواقف ہے اور ائمہ، خطباء اور ذاکرین کی کئی ہوئی باتوں پر ایسے ہی یقین کرتے ہیں جیسا کہ قرآن و سنت پر کرنا چاہیے اب ان کی دینی فہم تقریباً موقوف ہے اُن علماء پر جو مساجد، مدارس، خانقاہوں اور امام بارگاہوں میں میسر ہیں لہٰذا اگر لوگوں کو اچھے علمائے کرام جو اتحاد بین المسلین کی فکر کرنے والے اور اسلامی مفادات کو پیشِ نظر رکھنے والے ہوں، میسر آئیں تو یقیناً بہت بڑی خیر وعافیت کی بات ہے، جبکہ اگر خدانخواستہ کوئی مفاد پرست ایسا شخص جو دینی پیشوا بن کر لوگوں کو فقط اپنے مسلک کی افادیت اور دیگر مسالک کے خلاف شدید نفرت ابھارنے والا ہو تو ایسے پیشواؤں سے بڑھ کر کوئی شر نہیں ایسے خیر و شر سے متصف ائمہ و پیشواؤں کے بارے میں روایت ہے کہ

سأل رجل النبي صلى الله عليه و سلم عن الشر فقال لا تسألوني عن الشر واسألوني عن الخير يقولها ثلاثا ثم قال الا ان شر الشر شرار العلماء وان خير الخير خيار العلماء(۱۵)

کسی نے رسول اللہ ﷺ سے شر کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا(جس کا مفہوم یہ ہے کہ) مجھ سے شر کے بارے میں مت پوچھو بلکہ خیر کے بارے میں سوال کرو، (آپ ﷺ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا) اور پھر فرمایا شر میں بد ترین شر بُرے علماء کا شر ہے اور تمام اچھائیوں میں بہترین بھلائی علمائے خیر ہیں۔

سیرت طیبہ کے گلدستے میں ایسی متعدد روایات موجود ہیں جن میں ائمہ صالحین کی مدح اور ائمہ مضلین کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

سیرتِ طیبہ کی رُو سے ممدوح ائمہ، علماء، ذاکرین اور مذہبی پیشوا۔

اللہ تعالیٰ علم والوں کی فضیلت یہ بھی بتائی ہے کہ خوفِ خدا علمائے کرام کی علامت ہے فرمانِ اِلٰہی ہے

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ(١٦)

بے شک اللہ سے اُس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔

اسی خوف کا تقاضہ ہے کہ امت کی رہنمائی فقط رضائے باری تعالیٰ حاصل کرنے کے لیے کی جائے نہ کہ ذاتی یا جماعتی ایسے فوائد کے لیے جو امت میں کسی بھی درجے میں انتشار یا فرقہ واریت یا نفرت یا تشدد کا باعث ہو، کیونکہ اہلِ علم کی عوام پر فوقیت نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ(١٧)

کہو، بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتا ہے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ پس نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔

اہلِ علم اور مذہبی پیشوا تمام انسانیت اور تمام مخلوقات کے حقوق کی ادائیگی کی ترغیب دینے اور ان کی نفع رسانی کے لیے کس قدر اہمیت کے حامل ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب وہ تعلیم حاصل کرنے گھر سے نکلتے ہیں تو تمام مخلوق ان کے لیے دعاء کرتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة وإن الملائكة لتضع أجنحتها رضا لطالب العلم وإن العالم ليستغفر له من في السموات ومن في الأرض والحيتان في جوف الماء وإن فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وإن العلماء ورثة الأنبياء وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر(١٨)

جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِسے اِس وجہ سے جنت کے راستے پر چلاتے ہیں اور فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی خوشنودی کے لیے بچاتے ہیں اور عالم کے لیے جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے دعائے استغفار کرتے ہیں اور (یہاں تک کہ) مچھلیاں پانی میں اور ایک عالم کی فضیلت (غیر عالم) عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء دینار اور درھم وراثت میں نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی میراث علم ہے لہذا جس نے اس (علم) کو حاصل کیا، دراصل اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔

مذکورہ بالا روایت اور اس جیسی بہت سی روایات ہیں جو عالم کی شان وفضیلت پر دال ہیں ایسی فضیلتیں دینِ اسلام کی مخلصانہ خدمت اور مخلوق کا تعلق خالق کے ساتھ جوڑنے کے سبب ہیں لیکن اگر ریاکاری، نام ونمود، امت میں منافرت پھیلانے کا سبب ہو تو ایسے علماء کے لیے کلام پاک اور سنت میں بھیانک سزا بتائی گئی ہے۔

سیرتِ طیبہ کی رُو سے مذموم مذہبی پیشوا

اگر عالمِ دین عوام الناس میں مقبول ہونے کے لیے ان کے مذہبی جذبات منفی طور پر اُبھارے اور خود کو عوام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے کے طور پر پیش کرے کہ اگر اس مذہبی پیشوا کو خوش کروگے یا اس کی خدمت کروگے تو اللہ تک اپنی فریادیں پہنچا پاؤ گے یا اس خدمت کے عوض میں مغفرت ہوگی تو ایسے افراد کی پیروی کرنے والے عوام خدا تعالیٰ کے احکامات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے پیشواؤں کی باتوں کو اصل دین سمجھتے ہیں اور ایسا ہی سابقہ امتوں کے پیشواؤں نے کیا جس پر قرآن یوں ناطق ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ(۱۹)

انہوں نے اپنے علماء و پیشواؤں کو رب ٹھہرا لیا اللہ کے علاوہ۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قوم مختلف پیشواؤں کے نام پر تقسیم ہوئی اور پھر یہ تقسیم ان اقوام کی تنزلی اور تباہی کا باعث ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے علماء اور ائمہ کو دجال سے بھی زیادہ خطرناک بتایا ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔

غير الدجال أخوف على أمتي من الدجال فلما خشيت أن يدخل ، قلت : يا رسول الله ، أي شيء أخوف على أمتك من الدجال ؟ قال : الأئمة المضلين.(۲۰)

مجھے میری امت کے لیے دجال سے بھی زیادہ خدشہ (کسی اور چیز کا) ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیز ہے؟، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، گمراہ ائمہ۔

ایسے علماء کی علامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بتائی ہیں:

من طلب العلم ليجاري به العلماء أو ليماري به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله النار.(۲۱)

جس شخص نے علم اس لیے حاصل کیا تاکہ علماء سے مقابلہ کرے یا کم علم لوگوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو علم کے ذریعہ اپنی طرف مائل کرے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جہنم میں داخل کریں گے۔

ایسے علماء کے زمانے پر جو اثرات ہوتے ہیں ان کے بارے میں فرمانِ رسالت مآب ہے۔

كيف أنتم إذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير ويربو فيها الصغير ، إذا ترك منها شيء قيل تركت السنة؟ قالوا : ومتى ذاك؟ قال : إذا ذهبت علماؤكم وكثرت جهلاؤكم ، وكثرت قراؤكم وقلت فقهاؤكم ، وكثرت أمراؤكم وقلت أمناؤكم ، والتمست الدنيا بعمل الآخرة وتفقه لغير الدين.(۲۲)

کیا ہو گا جب تم کو فتنے اس طرح گھیر لیں کہ جوان، اس سے بوڑھا ہو جائے، اور بچوں کی پرورش اسی پر ہو اور اسے سنت کے طور پر کیا جائے گا۔ لہذا جب اس کا کچھ حصہ لوگ چھوڑ دینگے تو ان سے کہا جائے گا کہ، آیا تم نے سنت چھوڑ دیا؟ پوچھا گیا کہ، ایسا کب ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تمہارے علماء اُٹھ جائینگے، قرأت کرنے والوں کی کثرت ہو گی، تمہارے فقہاء تھوڑے ہونگے، تمہارے سردار بہت زیادہ ہونگے، ایسے لوگ کم ہونگے جن پر بھروسہ کیا جائے، آخرت کے کام لوگ دنیا کے حاصل کرنے کے لیے کریں گے اور دین کے بجائے کسی اور غرض کے لیے علم حاصل کیا جائے گا۔

ایک اور روایت میں وارد ہے۔

يوشك أن يأتي على الناس زمان لا يبقى من الإسلام إلا اسمه، ولا يبقى من القرآن إلا رسمه، مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدى، علماؤهم شر من تحت أديم السماء من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود(۲۳)

عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام میں صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے۔ ان کی مسجدیں (بظاہر تو) آباد ہوں گی مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے۔ ان ہی سے دین میں فتنہ پیدا ہو گا اور ان ہی میں لوٹ آئے گا (یعنی ان ہی پر ظالم) مسلط کر دیئے جائیں گے۔

طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اس کے لیے کچھ بنیادی آداب و اخلاق کا ہونا ضروری ہے، عالم دراصل لوگوں کو اللہ کے قریب کرنے والا ہوتا ہے مفادات سے بالاتر ہو کر، دنیاوی لالچ، مسلکی یا گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر فقط اسلامی مفادات کو ملحوظِ خاطر رکھ کر اسلام کی تبلیغ کرنے والا ہوتا ہے لیکن اگر دنیاوی اغراض کے حصول کے لیے علمِ دین حاصل کیا جائے جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے۔

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ(۲۴)

اے ایمان والوں! بے شک بہت سے علماء اور پیشوا لوگوں کا مال باطل طریقے پر کھاتے ہیں اور روکتے ہیں اللہ کے راستے سے۔

انسانی اخلاقی اقدار سے عاری لوگ اگر علومِ دین حاصل کر لیں تو علم بجائے نور کے آگ بن کر معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير أهله كمقلد الخنازير الجوهر واللؤلؤ والذهب.(۲۵)

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور علم کا غیر اہل کا حاصل ہونا ایسے ہی ہے جیسے خنزیر کو قیمتی موتی اور سونے کا ہار پہنانا۔

علم دین حاصل کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ طالب علم انسانی بنیادی اخلاق وآداب سے روشناس ہو تب کہیں جا کر علم کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اگر ایسا شخص علمِ دین حاصل کرے کہ جو بنیادی آداب و اخلاق سے خالی اور دنیاوی اغراض کے لیے دل دادہ ہو تو وہ عالم اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے، جیسا کہ زیاد بن حدیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا:

هل تعرف ما يهدم الإسلام؟

کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز اسلام کو تباہ کرے گی؟

قال قلت لا،

(زیاد کہتے ہیں کہ) میں نے کہا (میں) نہیں (جانتا)،

قال يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالكتاب وحكم الأئمة المضلين (۲۶)

(حضرت عمرؓ نے) فرمایا، اسلام کو (تباہ کرنے والی) علماء کی غلطیاں، منافقین کی قرآن کے بارے میں (بحث و دلائل کی) لڑائیاں ہیں۔

اور ایسے نام نہاد علماء کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة " يعني ريحها .(٢٧)

جو شخص وہ علم جو صرف اللہ کی رضا کے لیے حاصل کیا جاتا تھا، اُسے صرف دنیا کی غرض کے لیے حاصل کرے تو وہ (جنت تو درکنار) جنت کی خوشبو بھی قیامت کے دن نہیں پائے گا۔

علماء اور مذہبی پیشواؤں کے غلط روش اختیار کرنے میں ان کی مالی اور سماجی خستہ حالی کا بھی بڑا دخل ہے۔ مالی ضروریات سے مجبور ہو کر کسی متعصب مال دار یا تخریبی عناصر کی طرف سے ملنے والی امداد باعث ہوتے ہیں کہ وہ شر انگیزی کی طرف لوگوں کو لے جائیں۔

تفقہ فی الدین۔ ذاتی تجربات: (اجتہادی سعی)

عہدِ حاضر میں ائمہ، خطباء اور ذاکرین کو اتحاد بین المسلمین کے لیے اپنے معاشرے کے باسیوں کی ذہنی سطح کو سمجھنے اور ان کی علمی سطح نیز ان کے مسلک سے متعلق شدت کو دیکھتے ہوئے منصوبہ بندی کے ذریعہ حکمت و بصیرت کے ساتھ عوام کو وسعتِ ذہنی کی طرف گامزن کرنے کی کوشش سُودمند ہو گی کیونکہ فقط قرآن و تفسیر، احادیث و فقہی دقائق اور لفاظی یا اندازِ بیاں ہی کافی نہیں بلکہ اپنی ذہنی استعداد کو بروئے کار لانا اور زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر منصوبہ بندی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ بسا اوقات کچھ نامناسب امور پر ضبط کرنا پڑتا ہے تاکہ بڑے فتنوں کا انسداد ہو سکے۔ (٢٨)

اور یہ حکمتِ عملی اور سوچ و بچار اور تفقہ فی الدین دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب سے بڑی کرم نوازی ہے اور یہ کرم ان ہی پر ہوتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرمائیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين(٢٩)

جس سے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اُسے دین میں سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

دین کی عمارت کا مضبوط ترین ستون تفقہ ہے کیونکہ دین کو منعدم کرنے کے لیے شیطان ہمہ وقت اپنے مکر و فریب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بہکانے میں مصروفِ عمل ہے لہذا جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم و فراست سے بہتر تدبیر کے ذریعہ دین کی عمارت کو مضبوط کرے اور شیطان کے مقابلے میں لوگوں کو متحد کرنے کے لیے کوشش کرے تو یقیناً شیطان کے لیے ایسے فہم و فراست کے حامل عالمِ دین نہایت سخت ہوتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

لکل شيء دعامة و دعامة الإسلام الفقه في الدين و لفقيه أشد على الشيطان من ألف عابد(۳۰)

ہر چیز کے لیے ایک مضبوط ستون ہوتا ہے اور اسلام کا مضبوط ستون دین میں سمجھ حاصل کرنا ہے اور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدین سے زیادہ بھاری ہے۔

ذاتی مشاہدات و تجربات اتحاد بین المسلمین کے لیے ناگزیر ہیں۔ کیونکہ حالات کے اعتبار سے درست فیصلہ اور تدبیر اختیار کرنا ہی دراصل کسی عالم کی وہ صلاحیت ہے جس سے لوگوں میں دینی آگہی صحیح طور پر فروغ پاتی ہے۔ مقالہ نگار کی مسجد کے نمازی مسلکی اختلافات میں الجھے ہوئے تھے، ان کی ذہنی کیفیت یہ تھی کہ فقط اپنے ہی مسلک کو اصل دینِ اسلام سمجھتے اور دیگر مسالک و مکاتب فکر کو یکسر باطل تصور کیا جاتا۔ لیکن الحمدللہ مسلسل محنت سے اب ایسا ماحول ہے کہ کسی بھی مسلک کے لیے لوگوں کے دلوں میں ادب و احترام کا جذبہ اور اسلامی اخوت و بھائی چارگی اس قدر فروغ پائی کہ مسجد انتظامیہ میں مختلف مسالک کے احباب شامل ہیں نیز مختلف مکتبہ فکر کے احباب مسائل میں رہنمائی کے لیے تشریف لاتے ہیں۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا بیان کا ماحاصل یہ ہے کہ بین المسالک ہم آہنگی اور اتحاد بین المسلمین دراصل امّتِ مسلمہ کا عمومی جبکہ وطنِ عزیز کا عہدِ حاضر میں انتہائی اہم حل طلب معاملہ ہے جس کے لیے دو امر نہایت ہی اہم ہیں اول یہ کہ سب سے زیادہ عوام میں مؤثر ادارے مساجد، مدارس، خانقاہ اور امام بارگاہ ہیں، ان کا اصل مقصد فقط اسلامی تعارف ہونا چاہئے اور ان میں ائمہ، خطباء اور ذاکرین حضرات احترام انسانیت اور تعظیمِ مسلمین بلا تفریق مسلک یا مکتبہ فکر، اسلامی رشتہ کی مضبوطی، حُسنِ معاشرت، اعلیٰ اخلاقی اقدار جیسے موضوعات کو منبر کی زینت بنائیں، جبکہ تمام مسالک کے مقتدیٰ اسلامی مفادات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اختلافی امور بالائے طاق رکھتے ہوئے یا دیگر مسالک کا اچھا تعارف کراتے ہوئے درپیش اختلافی مسائل کی توضیح کریں۔

دوم یہ کہ ائمہ، خطباء وذاکرین اپنے متبعین کی ذہنی سطح کی بلندی اور ان میں پہلے سے رائج مسلکی تشدد کی تشخیص کر کے اجتہادی طور پر اس کی اصلاح کے لیے لائحہ عمل بنائیں کیونکہ مختلف مقامات پر لوگوں کی مختلف ذہنی سوچ کو ملحوظِ خاطر رکھ کر منصوبہ بندی کرنا دراصل تفقہ فی الدین ہے۔ یہ دونوں نکات اگر پیشِ نظر ہوں تو عوام الناس کی اکثریت اتحاد بین المسلمین کے ثمرات سے مستفید ہونگے اور اس کے مثبت اثرات معاشرے کی ہر سطح پر مرتب ہونگے۔

سفارشات:

مذکورہ بالا تعلیمات کی روشنی میں وطنِ عزیز کی موجودہ صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- تمام تعلیمی اداروں میں بنیادی اسلامیات کے نصاب میں مسلمانوں کے باہمی اخوت، معاشرت اور اخلاقیات کو اسلام کی بنیادی تعلیم کے طور پر پڑھایا جائے۔
- مسالک و مکاتبِ فکر کے تفردات کو مسلمانوں کے دیگر مسالک کے حسنِ تعارف اور اختلافی امور کو احسن طریق سے مثبت طور پر بیان کرتے ہوئے سامعین کے حضور پیش کیا جائے۔
- ایسے مسائل جو نہایت ہی دقیق اور تحقیق طلب ہوں جو شخصی رائے پر مبنی ہوں انہیں تحقیقی درجات تک ہی محدود رکھا جائے، یعنی جیسے تخصص، ایم فل یا پی ایچ ڈی کے درجے میں زیرِ بحث لایا جائے، جبکہ عوام الناس کو ایسے مسائل میں الجھنے سے اگر چہ وہ مسلک کے حمایتی ہی کیوں نہ ہو تب بھی انہیں اسلامی مفادات کے پیشِ نظر ایسے اختلافی منفرد تحقیق کی حمایت اور اس کے مقابلے میں دیگر علمائے کرام کی رائے کی بے توقیری سے روکا جائے۔
- بین المسالک ہم آہنگی کو ضلعی، صوبائی اور قومی سطح پر فروغ دینے کے لیے مختلف مسالک کے علمائے کرام کا اسلامی معاشرت، اخوت و بھائی چارگی اور اخلاقیات پر مبنی مشترکہ مجالس کا انعقاد کیا جائے جہاں مختلف مسالک کے ائمہ و متبعین ایک ہی امام کے پیچھے نمازیں ادا کر کے اتحاد بین المسلمین کا عملی نمونہ پیش کریں۔
- ایسے ائمہ کرام کہ جنہوں نے اپنے مساجد، مدارس، خانقاہ اور امام بارگاہ سے اتحاد بین المسلمین پر عملی اقدامات کے ذریعہ نمایاں کارکردگی دکھائی ہو، انہیں قومی سطح کے اعزازات سے نوازا جائے۔

- وزاتِ مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی کے زیرِ سرپرستی چھوٹے چھوٹے محلوں میں یونٹ سازی کی طرز پر کمیٹیاں بنائی جائیں جس میں ان علاقوں کے تمام مساجد کے ائمہ کرام کی تنظیم سازی کی جائے کہ خدانخواستہ اگر عوام کو کسی بھی طرح (خاص کر سوشل میڈیا) سے فرقہ واریت کی طرف اُبھارا جائے تو یہ کمیٹیاں فوراً اپنے اپنے حلقے کی مساجد میں اس کا سدّباب کریں۔
- تمام مساجد کو وزارتِ مذہبی امور یا اوقاف کے زیرِ اثر لانے کے لیے تدریجاً مرحلہ وار منصوبہ بندی کی جائے اور ایسے علمائے کرام کی خدمات لی جائیں کہ جن کا مسلک و مشرب فقط اتحاد بین المسلمین ہو، یہ منصوبہ مختصر، وسط مدتی اور طویل المیعاد اہداف پر مبنی ہو جس میں مسالک کی فکری آزادی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے خدشات و تحفظات کے تصفیہ کو یقینی بنا کر تمام مساجد و مدارس کو حکومتی سرپرستی میں لایا جائے تاکہ کوئی بیرونی سازش یا اغیار کی فنڈنگ ان اداروں تک نہ پہنچ سکے۔
- مساجد، مدارس، خانقاہوں اور امام بار گاہوں کو سیاسی و عسکری امور سے باز رکھا جائے جس کی ذمہ داری مذکور الصدر مسالک کے (ہر محلے کی سطح پر اوقاف یا وزارتِ مذہبی امور کے زیرِ سرپرستی) مشترکہ کمیٹیوں کی ہو۔
- مساجد، مدارس، خانقاہ اور امام بار گاہوں کی مکمل مالی اور انتظامی امور مشترکہ مسالک کمیٹیوں کے سُپرد ہو، جبکہ ان اداروں کے ذریعہ عوام الناس سے وصول رقوم، صدقات، زکوۃ اور عطیات کا مکمل ریکارڈ، ان مشترکہ کمیٹیوں کے پاس ہو جسے بوقتِ ضرورت حکومت کو پیش کیا جاسکے۔
- ائمہ، مدرسین، خطباء اور ذاکرین کے لیے قابلیت کا معیار مقرر کیا جائے جو کم از کم مکمل درسِ نظامی کا فاضل، اچھے اخلاق و آداب کا حامل نیک سیرت و کردار ہو اور اتحاد بین المسلمین کے لیے عملی یا تصنیفی خدمات انجام دے چکا ہو۔
- ائمہ، مُدرّسین، خطباء اور ذاکرین کی تقرری بھی مشترکہ کمیٹی کے ذمہ ہو جو وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے مقرر کردہ کوائف کی تکمیل اور کمیٹی کی سفارشات کے بعد تقرری کو حتمی ٹھہرائے۔

حوالہ جات

1. قرآن:۱۷:۷۰۔
2. قرآن:۴۹:۱۰۔
3. عبد القادر عودۃ، التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون، بیروت، دار الکتب العلمیۃ:۴/۲۴۳
4. عبد الرحمن بن محمد الجزری (المتوفیٰ:۱۳۶۰ھ)، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۴ھ:۵/۳۶۶

5. الذہبی، شمس الدین، ابو عبداللہ، محمد بن احمد(المتوفیٰ:۷۴۸ھ)،تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الاعلام، محقق:عمر عبدالسلام التدمیری، بیروت، دارالکتاب العربی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۳ھ، ۱/۱۴۸

6. صفی الرحمن المبارکفوری(المتوفیٰ:۱۴۲۷ھ)، الرحیق المختوم، بیروت، دارالھلال، الطبعۃ الاولیٰ:، ص، ۸۰

7. The Preaching of Islam: A History of the Propagation of the Muslim Faith, T.W. Arnold, Second Edition Revised and Enlarged, London, Constable & Company, Ltd.1913, P#59and60:

8. قرآن:۴۹:۱۰۔

9. بخاری، محمد بن اسماعیل(المتوفیٰ:۲۵۶ھ)الجامع الصحیح المختصر، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، بیروت، دارابن کثیر، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ، تحقیق:د۔ مصطفیٰ دیب البغا، رقم:۱۶۵۵:، ۲/۶۲۰

10. مالک بن انس(المتوفیٰ:۱۷۹ھ)، موطأ، بروایۃ یحیی اللیثی، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی المھاجرۃ، مصر، داراحیاء التراث العربی، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، ، رقم:۱۶۱۵:، ۲/۹۰۷

11. بخاری، محمد بن اسماعیل(المتوفیٰ:۲۵۶ھ)الجامع الصحیح المختصر، کتاب الایمان، باب خوف المومن من ان یحبط عملہ، بیروت، دارابن کثیر، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ، تحقیق:د۔ مصطفیٰ دیب البغا، رقم:۴۸:، ۱/۲۷

12. بخاری، رقم:۶۷:، ۱/۳۷

13. قرآن، ۱۲۵:۱۶

14. بخاری، محمد بن اسماعیل(المتوفیٰ:۲۵۶ھ)الجامع الصحیح المختصر، کتاب التفسیر القرآن، باب قولہ، سواء علیھم، بیروت، دارابن کثیر، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ، تحقیق:د۔ مصطفیٰ دیب البغا، رقم:۴۶۲۲:، ۴/۱۸۶۱

15. الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن(المتوفیٰ:۲۵۵ھ)سنن، المقدمۃ، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ، بیروت، دارالکتاب العربی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ، تحقیق:فوازاحمد زمرلی، خالد السبع العلمی، الاحادیث مذیلۃ باحکام حسین سلیم اسد علیھا، رقم:۳۷۰:، ۱/۱۱۶

16. قرآن:۳۵:۲۸۔

17. قرآن:۳۹:۹۔

18. احمد بن محمد بن حنبل، الشیبانی(المتوفیٰ:۲۴۱ھ)، مسند، تتمۃ مسند الانصار، حدیث ابی الدرداء، بیروت، عالم الکتب، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۹ھ، محقق:السید ابوالمعاطی النوری، :۳۶/۴۶

19. قرآن:۳۱:۹۔

20. ترمذی، محمد بن عیسیٰ(المتوفیٰ:۲۷۹ھ)، الجامع الصحیح سنن الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فیمن یطلب بعلمہ الدنیا، بیروت، داراحیاء التراث العربی، تحقیق:احمد محمد شاکر وآخرون، الاحادیث مذیلۃ باحکام الالبانی علیھا، رقم:۲۶۵۴:، ۵/۳۲

21. الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن (المتوفیٰ: ۲۵۵ھ) مسند (سنن)، المقدمہ، باب تغیر الزمان و ما یحدث، بیروت، دارالکتاب العربی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ، تحقیق: فواز احمد زمرلی، خالد السبع العلمی، الاحادیث مذیلۃ باحکام حسین سلیم اسد علیھا، رقم: ۱۹۲: ۱/ ۲۱۵

22. بیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین (المتوفیٰ: ۴۵۸ھ)، شعب الایمان، کتاب نشر العلم والایمنعہ اھلہ، فصل قال: وینبغی لطالب ان یکون تعلمہ وللعالم ان یکون تعلیمہ لوجہ اللہ تعالیٰ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، تحقیق: محمد السعید بسیونی زغلول، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۰ھ، رقم: ۱۷۱۶: ۲/ ۲۶۷

23. قرآن: ۹:۳۴۔

24. ابن ماجہ، محمد بن یزید (المتوفیٰ: ۲۷۳ھ) سنن، کتاب فی فضائل اصحاب الرسول اللہ ﷺ، باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم، بیروت، دارالفکر، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، رقم: ۲۲۴: ۱/ ۸۱

25. الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن (المتوفیٰ: ۲۵۵ھ) سنن، المقدمۃ، باب فی کراھیۃ اخذ الرای، بیروت، دارالکتاب العربی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ، تحقیق: فواز احمد زمرلی، خالد السبع العلمی، الاحادیث مذیلۃ باحکام حسین سلیم اسد علیھا، رقم: ۲۱۴: ۱/ ۸۲: قال حسين سليم أسد : إسناده صحيح۔

26. ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی (المتوفیٰ: ۲۷۵ھ)، سنن، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ تعالیٰ، بیروت، دارالفکر، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، رقم: ۳۶۶۴: ۲/ ۳۴۶، قال الشيخ الألباني : صحيح

27. ابن نجیم، شیخ زین العابدین بن ابراہیم (متوفیٰ: ۹۷۰ھ)، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۰ھ، ص: ۸۹

28. بخاری، محمد بن اسماعیل (المتوفیٰ: ۲۵۶ھ) الجامع الصحیح المختصر، کتاب العلم، باب العلم قبل القل و العمل، بیروت، دارابن کثیر، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ، تحقیق: د۔ مصطفیٰ دیب البغا، رقم: ۷۱: ۱/ ۳۹

29. بیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین (المتوفیٰ: ۴۵۸ھ)، شعب الایمان، کتاب طلب العلم و العلم اذا اطلق علم الدین، فصل فی فضل العلم و شرف مقدارہ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، تحقیق: محمد السعید بسیونی زغلول، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۰ھ، رقم: ۱۷۱۶: ۲/ ۲۶۷

Bibliography

1.Muhammad Bin Isa Tirmzi,Al-Jame,Maktaba Rehmania,Lahore
2.Suleman Bin Ashas,Al-Sunan, Maktaba Rehmania,Lahore.
3.Muhammad Bin Ismail Bukhari,Al-Jame Al-Saheeh, Maktaba Rehmania,Lahore
4.Muslim Bin Hajjaj Qusheri, Al-Jame Al-Saheeh, Maktaba Rehmania,Lahore
5.Moulana Nizam Ul Din,Al-Fatava Al-Hindia,Darulkutub Al-Ilmia ,Berot.
6.Muhammad Bin Yazeed Qazweeni,Al.-Sunan, Maktaba Rehmania,Lahore
7.Ahmad Bin Shoib Nisai, Al.-Sunan, Maktaba Rehmania,Lahore
8. Ibn e Qayyam Jozia,Zad ul Maad,Moassat ul Risala, Beroot,1981
9.Abu Yousaf Yaqoob Bin Ibrahim,Kitab Ul Khiraj,Maktabatulsalfia,Qahira,1382h
10.Moulana Hanif Nadvi,Tafseer Siraj Ul Bayan,Malik Siraj Ul Din and Sons Publishers,Lahore,1983.
11. The Preaching of Islam: A History of the Propagation of the Muslim Faith, T.W. Arnold, Second Edition Revised and Enlarged, London, Constable & Company, Ltd.1913